عطیہ
شعری مجموعہ
عبداللہ خالد مصریہ
urdukutabkhanapk.blogspot
urdukutabkhanapk.blogspot.com

عبداللہ خالد مصریہ

نام کتاب: عطیہ

مصنف: عبداللہ خالد مصریہ

کمپوزنگ: عبداللہ خالد مصریہ

قیمت : 300 روپے

پبلشرز: اقبال پرنٹنگ۔ اسلام آباد

Abdullahkhalidmisria@gmail.com

عطیہ انور زون کے نام

یہ نظمیں یہ غزلیں یہ تو تمھاری ثنا ہے

سخن جاری ہے ابھی پیغام باقی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم!

قارئین! سب سے پہلے تو میں واضح کردوں کہ میں شاعر ہوں نہ یہ کتاب شاعری کی کتاب ہے اور نہ ہی یہ کتاب شاعری کے معیار پر پورا اترتی ہے۔ درحقیقت یہ کتاب میرے جذبات کا اظہار ہے۔ اردو کے بارے میں یہ کہوں گا کہ اردو کا دامن بہت وسیع ہے اور خوبصورت شاعری سے مزین ہے۔ علامہ اقبال، احمد فرازؔ، ن۔م راشدؔ، ساحرؔ لدھیانوی، ساغر صدیقی، احسان دانشؔ، حفیظؔ جالندھری، حبیب جالبؔ، حفیظ تائبؔ، اداؔ جعفری، ابن انشاءؔ، اختر شیرانیؔ اور بہت سے شاعروں نے اردو زبان کے فروغ میں بساط بھر حصہ لیا۔

عصر حاضر کے بہت سے شعراء کرام جیسے امجد اسلام امجدؔ، افتخار عارفؔ، نوشی گیلانی، بشارت احمد بشارتؔ، سعداللہ شاہ، وصی شاہؔ، ڈاکٹر صغریٰ صدفؔ اردو زبان کے فروغ کے لیے بڑھ چڑھ کر کام رہے ہیں۔ اتنے باکمال لوگوں کی موجودگی میں مجھ جیسے نوآموز کی حیثیت سورج کو چراغ دکھانے والی بات ہے۔

یہ کتاب حرفِ آخر نہیں ہے بلکہ یہ کتاب بارش کے پہلے قطرے کی طرح ہے۔ اس کتاب کے بعد میری مختلف موضوعات پر بھی کتابیں آنے والی ہیں۔

آخر میں میں ان تمام احباب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنھوں نے اپنے گراں قدر مشوروں سے نوازا۔ میں اپنے پبلشر محترم اقبال خاور کا شکر گزار ہوں جنھوں نے پبلشنگ کی ذمہ داری اٹھائی۔

عبداللہ خالد مصریہ

5مارچ2016

اسلام آباد

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

حمد باری تعالیٰ

تو رحیم ہے تو کریم ہے مولا!

تیری ذات بڑی عظیم ہے مولا!

میں عصیاں کار میں خطا کار

تو ستار تو غفار مولا!

کیوں کر پردہ پوش ہو سکے میری ذات معیوب

تو علیم الذات الصدور تو علام الغیوب

اول بھی تو آخر بھی تو مولا!

ظاہر بھی تو باطن بھی تو مولا!

بھٹکوں قدم قدم میں نادان

تو معاف کرے بار بار یا رحمان!

تو ہی لائق حمد و ثناء

تو ہی قہار، جبار، ربِ کبریا

تیرے ہی اذن سے دن رات

تو ہی ٹالے بلائیں آفات

تو ہی اگائے گھاس پات

تیرے ہی فضل سے مینہ برسات

پانی پیدا کیا جیسے امرت کا دھارا

پہاڑوں کو دھرتی کے سینے پر ابھارا

چندا کی چاندنی، تاروں کی روشنائی تجھ سے ہے
ظلمت شب، شام کی رنگت حنائی تجھ سے ہے
چشمے پھل پھول بنائے تو نے
جنگلات باغ اگائے تو نے
ذرہ ذرہ تیری تعریف میں رطب اللسان ہے
تیرے ہی قبضے میں ہر نفس کی جان ہے
پتھر میں کیڑے کو رزق کھلائے تو
اسی لیے تو رازق کہلائے تو
ارض و سماء کا خالق تو
جن و انساں کا مالک تو
اتقیاء اولیاء انبیاء تیرے غلام
سب کلاموں سے بہتر تیرا کلام
میرے دل کو صاف کر دے مولا!
مجھ کو بھی معاف کر دے مولا!
گر سمندر ہوں سیاہی اشجار ہوں قلم
رقم ہو تیری تعریف دن رات پھر بھی ہے کم

نعت شریف

جسکی زلف والیل چہرہ والضحیٰ

سینہ الم نشرح آنکھ مازاغ البصر ہ

وہ میرا نبی میرا نبی

جسکا لعاب موجب شفاء

جو پیکر شرم وحیاء

وہ میرا نبی میرا نبی

جسکے ہاتھ ریشم وحریر

جس پہ نازاں تحریر وتقریر

وہ میرا نبی میرا نبی

اونچی جنکی ذات

اجلی جنکی بات

وہ میرا نبی میرا نبی

جسکا باطن ظاہر

ہے طیب طاہر

وہ میرا نبی میرا نبی

بات کا سچا جو قول کا پکا

جو تاجدار مدینہ ومکہ

وہ میرا نبی میرا نبی

جو حق کا امیں

جسکی صورت حسیں
وہ میرا نبی میرا نبی
خوشبوؤں میں تر جس کا بدن
ابر رحمت میں بھیگا جسکا تن من
وہ میرا نبی میرا نبی
جو رحمت دو عالم، آقائے دو جہان
بوبکرؓ عمرؓ علیؓ عثمانؓ جس پر قربان
وہ میرا نبی میرا نبی
بشارت مسیحا جو دعائے خلیلؑ
جس سے آگے بڑھ نہ سکا جبرائیلؑ
وہ میرا نبی میرا نبی
اخلاق ہیں جسکے قرآں
جو دشمنوں پر بھی مہرباں
وہ میرا نبی میرا نبی
جو حمد کا جھنڈا اٹھائیگا
جو آب کوثر پلائے گا
وہ میرا نبی میرا نبی
جنید و بازید جیسے جسکے غلام
جس پر خدا خود بھیجے درود و سلام
وہ میرا نبی میرا نبی

جس پر نچھاور کرم ربی

جس پر فدا امی وابی

وہ میرا نبی میرا نبی

جسکے ہونٹوں پر تبسم

جسکی باتوں میں بھی ترنم

میرا نبی میرا نبی

رب تعالیٰ کی آیت مبین

جو مجسمِ طہٰ ویسین

وہ میرا نبی میرا نبی

جسکا طرزِ تکلم جدا جدا سا

لہجہ اپنائیت سے بھرا بھرا سا

وہ میرا نبی میرا نبی

انگشت سے جسکی دو لخت قمر

پسینہ جسکا مشک وعنبر

وہ میرا نبی میرا نبی

جو نورِ ہدیٰ جو رحمتِ یزداں

جو صبح تاباں جو شاہ خوباں

وہ میرا نبی میرا نبی

حسن سے جسکے آنکھ خیرہ

عاجزی انکساری جسکا وطیرہ

وہ میرا نبی میرا نبی

جسکے وجود سے ضوفشاں ارض وسماء

جو خیر الوریٰ، جو محبوب رب الکبریا

وہ میرا نبی میرا نبی

کشت توحید جسکی آمد سے لہلہا اٹھی

سرزمین بطحا جسکے قدموں سے جگمگا اٹھی

وہ میرا نبی میرا نبی

جو بے داغ لالہ بے خار گل

جو شمع توحید جو ختم الرسل

وہ میرا نبی میرا نبی

جسکی محبت جزو ایمان

جس پر فدا ہر مسلمان

وہ میرا نبی میرا نبی

عطیہ

گلبدن

غنچہ دہن

ماہ بے گہن

پیشانی یوں تابندہ

کہ چندا ہے شرمندہ

دندان موتیوں کی لڑی

ناک اونچی کھڑی

رخسار رنگ ونور کا دھارا

رخ دل ربا پیارا

چشم غزال

بے مثال

بنا ہاتھوں کے ذکر نامکمل

یوں نرم نرم جیسے مخمل

حسن و رعنائی کا حسین امتزاج

خوش پوش

خوش مزاج

دلکش خال وخد

سرو قد

زلف دراز

خوش آواز

خوش نژاد

خوش نہاد

آنکھوں میں چمک

آواز میں کھنک

قہقہے نقرئی

پاؤں چمپئی

اس قدر پیارے

جو دیکھے دل و جان وارے

عطیہ

آنکھوں میں بھولپن
رخسار حیا فگن

خلوت پر نثار جلوت
تیری ذات سراپا انجمن

ہر رنگ میں ہزار رنگ
رنگوں کی بہار تیرا پیراہن

لطافت و نزاکت کا حسین امتزاج
تو مجسم خوشبو صورت مہتاب خورشید بدن

" تتلی کی طرح تو رقصاں ہو
سارا جہاں تیرے لیے مثل گگن "

تیرا افتخار عزت و عصمت
تیرا سرمایہ علم و فن

عطیہ

رشکِ شمس وقمر عطیہ

مجسم مشک وعنبر عطیہ

بہشتِ رنگ ونور عطیہ

تجلیِ تقدیسِ حور عطیہ

بہار کا حسن عطیہ

خزاں کا حزن عطیہ

بلبلِ چمن عطیہ

شیریں سخن عطیہ

خوشبوؤں کا مسکن عطیہ

موسموں کا بانکپن عطیہ

صدق وصفا عطیہ

مہر و وفا عطیہ

گل وصبا عطیہ

حسن وادا عطیہ

یزداں کا اک شاہکار عطیہ

گوہر نایاب نابغہ روزگار عطیہ

کلیوں کی شرارت، پھولوں کی واردات عطیہ

سراپا بہار، رونق چمن، خوشبوؤں کا ثبات عطیہ

(نذرِ عطیہ ۱۴ فروری ۲۰۱۵)

تیرے ہاتھوں کی مہندی نے شفق کا رنگ چرایا ہے
تیرے نازک بدن نے گلاب سا روپ پایا ہے

تیری سانسوں کی مہک سے مدہوش ہے زمانہ
تیری آنکھوں کے خمار نے مے کو شرمایا ہے

تیرے رخسار پہ منور ہے خورشید
چندا تیری جبین پہ اتر آیا ہے

تیرے لبوں کی لالی نے کیا غضب ڈھایا ہے
ہر رندو زاہد ڈگمگایا ہے

تیرے ابروِ خمیدہ کی دلکشی کا یہ عالم
تجھے دیکھ کہ عبداللہ کو خدا یاد آیا ہے

تیرے مرمریں پیکر کو دیکھ کہ اکثر سوچتا ہوں
کیا رب نے تجھے فرصتوں میں بنایا ہے

پڑی تجھ پر نظر تو گل و لالہ کا جگر چاک ہوا
بہاروں کو تجھ پہ ٹوٹ کہ پیار آیا ہے

چاندنی نے آغوش میں لیا تجھے محبت سے
صبا نے تجھے پیار سے سہلایا ہے

تیرے طلائی ہاتھوں کی شمع سے منور ہے کائنات
تیرے صندلی بدن کی خوشبو نے اک عالم کو مہکایا ہے

ستاروں بہاروں کو ثبات کیوں نہ ہو تم سے
نام جو عطیہ پایا ہے کیا رنگ جمایا ہے

تم جو چلو تو دل تھام لیتے ہیں لوگ
تمھاری زلفوں کی برہمی نے مست نظروں کو الجھایا ہے

نسیم رات بھر تجھے لوریاں دیتی رہی

سنہری کرنوں نے تجھے نغمہ سحر سنایا ہے

تیرے قدموں کی بہار سے پھول کھل اٹھے

بصد شوق باغباں نے تجھے بلایا ہے

تیری خوشبوؤں سے لپٹ جاؤں

کہ ہم نے تجھے محبوب بنایا ہے

جذبوں کے سارے پھولوں کو چن کر تختِ دل سجایا ہے

اور تجھے اس شان سے بٹھایا ہے

کہ چنار حسد سے جل گئے گلوں غنچوں کو رشک آیا ہے

زمین جھوم اٹھی ہے آسمان بھی مسکرایا ہے

تم ہو سنگ میرے تو

سب مایہ ہے سب مایہ ہے

اے عطیہ! اے بلبل چمن!
سرِ گلشن رقصاں تیرا بانکپن

تو نور ہلال تو بدر کمال تو پیمبر جمال
تو گلِ لالہ تو صورت مرمریں تو غنچہ دہن

خلقتِ خدا تیرے اشارہ ابرو کی منتظر
ہر دل میں دریائے محبت موجزن

تیری غزال چشمگی کیا کم حشر تھی
مزید ستم تیرا ضوفشاں صندلی بدن

تیری چال ڈھال گر قیامت خیز
تو شعلہ فگن ہے تیرا حسن

اٹھی جو نگاہ تو پھر پلٹی نہیں
کس قدر پرفسوں تیرا رنگِ پیرہن

تو آوردہ مہ و مہر
تو پروردہ گلاب و سمن

ہزار ہا قافلہ دل لٹ چکے
عشاق کے لیے تیرا پور پور پرفتن

کوثر و تسنیم میں بھیگا ہوا لہجہ تیرا
تیرا اندازِ گفتگو معراجِ سخن

تو گوہر نایاب تو نابغہ روزگار
تو رہبر علم و عمل تو مظہر کمال و فن

فگار دل تیرے در پہ لے آیا ہے
التجائے نظرِ کرم اے طبیب مرضِ عشقِ کہن

(۱۸ ستمبر ۲۰۱۵)

خوشبوئے عطیہ

ضوفشاں چاند ستاروں میں تمھاری خوشبو
بکھری ہے لالہ زاروں میں تمھاری خوشبو
شبنم تمھارے عرقِ بدن کا نام ہے
سحر دم سبزہ زاروں میں تمھاری خوشبو
لہریں دیوانہ وار چومتی ہیں ساحلوں کو
بسی ہے کناروں میں تمھاری خوشبو
کہکشاں کے رنگوں کا سبب تیرا آنچل
بہکے بہکے چناروں میں تمھاری خوشبو
مے خانے کے کل اسرار تیری ذات کا عکس
جاموں میں بادہ خواروں کے تمھاری خوشبو
پھولوں کی رعنائیوں کے سلسلے تجھ سے
حسن کے درباروں میں تمھاری خوشبو
شاعری کی آبرو تجھ سے ہے
غزلوں کی بہاروں میں تمھاری خوشبو
گنگناتی ندیاں تیری شان میں رطب اللسان
مست جوئباروں میں تمھاری خوشبو
میکدے آباد ہیں تیرے دم سے
چشمِ ساقی کے اشاروں میں تمھاری خوشبو
تجھے دیکھ کہ عظمت یزداں کا احساس ہو
موجود تجھ میں نیک کاروں کی خوشبو
حیا کی منور راہگزاروں میں تمھاری خوشبو
عظمت کے میناروں میں تمھاری خوشبو

(۱۴ اپریل ۲۰۱۵)

بُلبلِ کشمیر

اے بلبل کشمیر!

مرمریں خوابوں کی تعبیر

تو ظلمت میں تنویر

تیرے دل میں دردِ اہل وطن

تیرے لبوں پہ حریت کا نغمہ جاوید

تو دختران کشمیر کی سفیر

تو جب چمکی گرجی برسی

تقدیس دختران وطن کی خاطر

ہر کوئی ہوا دل گیر

ماسوائے صاحبانِ بے ضمیر

تیرا ہر انداز رخشندہ

تیری تحریر گر دلنشین

تو تیری تقریر بینظیر

تیری نرم گفتگو میں بھی جلوہ گر قرون اولیٰ کے مجاہد کی تکبیر

جہاں ہوں تجھ جیسی برق صفت دختران

وہ قوم کب تک رہے گی پا بہ زنجیر

ناامید نا ہونا کبھی آزادی کے سویروں سے

شب ظلمت اپنے انجام کو ہے

ختم ہونے والی ہے کشمیریوں کے خون کی تقطیر

میرے اجداد کا تعلق بھی کشمیر سے ہے

جو ہے تیری نسبت وہی میری کشمیر سے ہے

تو جو پروردہ کشمیر ہے تو

میرا اسلسلہ بھی اسی جنتِ نظیر سے ہے

میں نے بھی آہیں بھری ہیں میں نے بھی آنسو بہائے ہیں

زہرہ جبینان وطن کی تقدیس کے میں نے بھی نغمے گائے ہیں

نذرِ آتش مکانوں کو جلی ہوئی بستیوں کو

ہندوتوا کے وحشی بھیڑیوں کی بدمستیوں کو

اہلیان کشمیر کے چاک ابدان کو پریشان ہستیوں کو

میں نے بھی دیکھا ہے میں نے بھی آنسو بہائے ہیں

چانکیہ کے پیروکاروں کی ان ذہنی بیماروں کی

اپنوں کی ریاکاری کی اپنوں کی غداری کی

میں نے بھی داستانیں سنی ہیں میں نے بھی آنسو بہائے ہیں

بڈھوں کے آنسوؤں کو جوانوں کی بے بسی کو

بیواؤں کے نوحوں کو خواتین کی بے کسی

نو بیاہتاؤں کی آہ وپکار کو پسِ زنداں تڑپتے بیمار کو

کو دیکھ کہ میرے بھی جذبات چھلکے ہیں میں نے بھی آنسو بہائے ہیں

اُجڑی دلہنیں جنکے ہاتھوں کی مہندی ابھی اتری نہیں

وہ مقتول نوجوان جنکی مسیں ابھی بھیگی نہیں

مائیں جنکی حسرتیں دل ہی میں رہ گئیں

عمر رسیدہ بڈھے جنکی کمریں وقت سے پہلے ہی جھک گئیں

ان کو دیکھ کہ میں نے بھی آہیں بھری ہیں میں نے بھی آنسو بہائے ہیں

مجھ میں بھی آتش انتقام بپا ہے میرے دل میں بھی کہرام بپا ہے

تیری آنکھیں جب چھلکتی ہیں تو میری آنکھیں بھی برستی ہیں

کچھ نہ کچھ مجھے تجھ سے الفت تو ہے

کچھ نہ کچھ مجھے تجھ سے نسبت تو ہے

جو تیرا غم ہے وہ میرا بھی الم ہے

جو تیری مسرت ہے وہ میری بھی فرحت ہے

یہی نسبتیں یہی حوالے

یہی امیدیں یہی اجالے

مجھے اس وادی رنگیں میں لے گئے

مجھے اس دنیائے حسیں میں لے گئے

جہاں مچلتے ہوئے خواب ہیں

جہاں امنگیں بیتاب ہیں

وہ وادی رنگیں جسکی توتلی ہے

جہاں صرف جلوہ گر تیری ہستی ہے

میں نے چاہا تیرے دامن کی ہوا ہو جاؤں

تیرے لبوں کی صدا ہو جاؤں

کم از کم تیرا نغمہ خواں ہو جاؤں

تیرا ہم نوا ہو جاؤں

تجھے آنکھوں میں بساؤں

تیری یاد کو دل سے لگاؤں

کچھ اور نہ سہی تجھ سے فیض پاؤں

کہ تو علم و ادب کی شاہسوار

میں خوابوں کا دلدادہ بیکار

میرے گیتوں میں تیری رعنائی پنہاں ہے

میرے اشعار میں تیری صورت عیاں ہے

میرے کلام میں تیری فکر ضوفشاں ہے

میرے دل میں تیری یاد رقصاں ہے

تیرا ہمسفر بننا انتہائے شوق ہے میرا

تیرا غمگسار بننا انتہائے ذوق ہے میرا

☆☆☆☆

چاند بھی اکیلا تھا

میں بھی تنہا تنہا تھا

دور جنگل میں الو بول رہا تھا

شہر پہ ویرانی کا سایہ تھا

میں نے غزل کہی تھی

چاند بھی رو پڑا تھا

دکھ سکھ کا یہ کیسا رشتہ تھا

جو ہم دونوں کا سانجھا تھا

☆☆☆☆

گو کہ لاکھ پابند تیرے شہر میں عشق مگر اب

ہر پیر و جواں رنگ چلا ہے عشق کے رنگ میں

بہت ٹوٹ گیا ہوں دل کی جنگ میں

اب تو چلے آؤ میرے سنگ میں

مجھے قتل کر دو دار پہ لٹکاؤ مجھکو

میرا یہ جرم ہے تو بس گیا میرے انگ انگ میں

صحنِ چمن میں تمکو نا پائیں تو ہم رو دیں

تنہائیاں ہمکو ستائیں تو ہم رو دیں

شام کی کرنیں اداسیوں کی شال میں لپٹی

جب یادوں کے دیپ جلائیں تو ہم رو دیں

ٹھنڈی چاندنی جب بکھرے ورق ورق

دشتِ خیال میں تمھاری زلفیں لہرائیں تو ہم رو دیں

وہ کیمپس تمہارا آفس میز پہ تمھارے کافوری ہاتھ

مخروطی انگلیاں صدفی آنکھیں یاد آئیں تو ہم رو دیں

کوئی تمہارا ذکر کرے تو ہمیں اچھا لگے

کسی کو تمہارا بتائیں تو ہم رو دیں

کلاس روم میں بکھرتی تمھاری خوشبوئیں

ہال میں تمہاری صدائیں یاد آئیں تو ہم رو دیں

راہگزاروں پہ جہاں تمہارے قدم پڑے

وہ خاک آنکھوں سے لگائیں تو ہم رو دیں

تمہاری یاد جب بے تحاشا آئے

کینوس پہ تمھارا اسکیچ بنائیں تو ہم رو دیں

(مئی ۲۰۱۵)

کوئی سرمدی گیت گا رہے ہیں پرندے
بزمِ ہستی میں حشر اٹھا رہے ہیں پرندے

پھوٹتے ہیں جس سے عرفاں کے چشمے
وہ سحر انگیز واعظ سنا رہے ہیں پرندے

کیسے شب کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں سویرے
رموزِ فطرت سمجھا رہے ہیں پرندے

شاید انھیں بھی البیلی خوشبوؤں کی تمنا ہے
دیکھو! کوئے عطیہ جا رہے ہیں پرندے

معصوم روحوں پر بھی ہے حکمرانی تیری
تیری راہ میں آنکھیں بچھا رہے ہیں پرندے

تیرے حسن کی بجلیوں سے آشیانے جل گئے
سن تو سہی کیا فرما رہے ہیں پرندے

(۱۶ مارچ ۲۰۱۵)

پھولوں کے پہلو میں رقص کناں ہیں تتلیاں
ستاروں کی طرح چمن میں ضوفشاں ہیں تتلیاں

ہوائیں شوخ ساز چھیڑ رہی ہیں
کنج کنج میں نغمہ خواں ہیں تتلیاں

بھونرے شاخسار کی اوٹ سے تکتے ہیں
بے حجاب سہی مگر حشر ساماں ہیں تتلیاں

اک بادہ خوار بے ساختہ غزل کہہ گیا
گویا صورتِ غزالاں ہیں تتلیاں

نکہتوں کے جام و سبو چھلک گئے
فیضِ عطیہؔ سے عنبر فشاں ہیں تتلیاں

گویا انگ انگ میں مستی بھری ہے
اسقدر شاداں و فرحاں ہیں تتلیاں

شوخ رنگوں کی بہار اتر آئی ہے
زمیں پر مثلِ کہکشاں ہیں تتلیاں

دیکھوں تو وہ گل پیراہن یاد آئے
میری وحشت کا ساماں ہیں تتلیاں

(۱۶ مارچ ۲۰۱۵)

اے گل و لالہ ! بتا تیرا طلبگار کون ہے
تیری خوشبو اور رعنائی کا پرستار کون ہے
کون ہے جو تجھے بھی عزیز ہے
تیری لطافت و نزاکت کا خریدار کون ہے
تیرا ذوق مسیحائی قابل داد ہی سہی
مگر دیکھ تو سہی بیمار کون ہے
ہزار ہا تیری محبت کا دم بھرنے والے
کون جانے بے کس لاچار کون ہے
سب رنگ تیرے موسموں کی بہار سے
تو نہیں پھر صاحب اسرار کون ہے
تیرا حسن جلوہ گر ہر شے میں کائنات کی
تیری تجلی نہیں چاند میں تو ضوبار کون ہے
کیسر کافور کستوری سب نام تیرے
تو نہیں تو بتا خوشبودار کون ہے
تیرے نین ونقش کی دلکشی بتا گئی
خالق کیا ہے پروردگار کون ہے
میرا اصرار پیہم تیرا انکار مسلسل
گلاب وصل نہ کھلے تو قصوروار کون ہے
یوں سر بکف ہم سوئے مقتل چلے
اہل نظر جان گئے شاہسوار کون ہے
کبھی تو دیوانوں سے خون مانگ
خبر تو ہو صاحب گفتار کون ہے
صبح بہار سے شام خزاں تک جو ساتھ چلے
وہ مان چکے جان چکے وفادار کون ہے

(۵ فروری ۲۰۱۶)

اپریل ۲۰۱۴ کا ایک دن

وہ اپریل کا ایک دن تھا

تمازت تھی ہوا میں

تمھارا چہرا تمتمایا تھا

پسینہ تمھارے ماتھے پر موتی بن کر جگمگایا تھا

تمھاری صدفی آنکھیں روشن تھیں

جیسے کوئی جگنو اتر آیا تھا

میں نے اک سوال پوچھا تھا

تم نے کومل لہجے میں بتایا تھا

میں نے غور سے تمھیں دیکھا تھا

پیلے پیراہن میں میں تمھارا

چہرہ یوں ضوفشاں تھا

جیسے ستاروں کے جھرمٹ میں کوئی چندا اُبھر آیا تھا

جیسے کائنات کا کل حسن تمھاری صورت میں اُتر آیا تھا

جیسے دست قدرت نے تمھارے روپ میں اپنا ہنر دکھایا تھا

آفس میں عجیب سا سکوت تھا

گویا ہر شے پر تمھارا رعب حُسن چھایا تھا

تمھارے مقدس وجود سے شعائیں نکل رہی تھیں

کوئی دھیمے سر میں تمھاری تقدیس کا گیت گایا تھا

میں نے گبھرا کر تمھیں دیکھا تھا اور نکل آیا تھا

تم شبنم ہو کہ روز نکھرتے ہو

میں آنسو ہوں کہ روز بہتا ہوں

مجھ پہ الزام ہے شعر گوئی کا

میں تو فقط حال دل کہتا ہوں

☆☆☆☆☆☆

اچٹتی نظر پڑی جو رخ یار پہ

گلاب سے کھل اٹھے شاخسار پہ

میری نگاہوں نے بوسہ دیا ہر اس مقام کو

جہاں جہاں تمھارے قدم پڑے راہگزار پہ

یہ سخن کے موتی تو کچھ بھی نہیں

ہزار جانیں قرباں تمہاری زلف طرح دار پہ

☆☆☆☆

اک خواب

تب بہار کا سماں تھا
زمیں سنہری نیلا آسماں تھا
ندی کے شفاف پانیوں پر
اک سفینہ رواں تھا
ہوا کا لطیف سا جھونکا آیا تھا
تمہاری زلفیں لہرا رہی تھیں آنچل اڑ رہا تھا
دور کسی جنگل میں
کوئی پنچھی گنگنایا تھا
تمہارا حنائی ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا
چند لمحوں کے لیے وقت تھم سا گیا تھا
یہ منظر دیکھ کر زمیں ہنس دی تھی
آسمان بھی مسکرایا تھا
پھولوں پر تتلیاں رقصاں تھیں
جنگل جھوم رہا تھا
کائنات روشن تھی
ہر چیز پہ پیار کا سایہ تھا
مگر میں کشمکش میں تھا
کچھ بھی نہ کہہ پایا تھا

روح میں آؤ میرے خواب سجانے کے لیے

دل میں بس جاؤ کبھی نہ جانے کے لیے

چاند چہرے پہ جو پھیلی ہیں آوارہ زلفیں

یہ بھی میری طرح ہیں تمکو ستانے کے لیے

سیم و زر پاس میرے نہ جواہر ہیں کوئی

پیار کا دھن ہے بس تم پہ لٹانے کے لیے

روز پوجا ہے دل و جاں سے جس صورت کو

کاش وہ ساتھ چلے ساتھ نباہنے کے لیے

چاند اترا ہے تیرے در پہ سلامی کے لیے

کہکشائیں تیری راہ میں بچھانے کے لیے

عشق نا کام میرا ہے اور نہ ہونا ہے

جاں کی بازی میری زمانے کے لیے

نامہ تیرا میری جاں کی طرح عبداللہ

یاد تیری روز و شب سجانے کے لیے

(جنوری ۲۰۱۵)

دھنک کے سارے رنگ چراؤں گا

اور تمہاری مانگ میں سجاؤں گا

کچھ دیر تک میرے ساتھ چلو ابھی چھوڑ کر نہ جاؤ

لوگ پوچھیں گے تو کیا بتاؤں گا

پہاڑی قصبے کے باغوں کی خوشبو

کھینچ لائے گی خود کہاں آؤں گا

آ نہ سکو تو اپنا آنچل بھیج دینا

میں تمھاری خوشبوؤں میں نہاؤں گا

ننھے بچے کی طرح دل تم سے ملنے کی ضد کرتا ہے

رات بھر اسے تھپک تھپک سلاؤں گا

بہت سے لوگ تمہیں چاہتے ہوں گے

صرف میں ہوں جو جاں سے گزر جاؤں گا

بصارت کو ملے گی چاندنی سی ٹھنڈک

آپکے قدموں کی خاک جب آنکھوں سے لگاؤں گا

شرط یہ ہے بس میرا ہاتھ تھام لو

جو دریا کہو گے پار کراؤں گا

تم نے بوئے ہیں کانٹے نفرت کے

میں تو محبتوں کے پھول کھلاؤں گا

۱۹ نومبر ۲۰۱۵

اے جانِ غزل زرا یہ تو بتا!

پروردہ گل تیرا بدن ہی سہی

آوردہ خوشبو تیرا حسن ہی سہی

تو مظہر تقدیس گل بدناں ہی سہی

تو فروغ وقار غنچہ دہناں ہی سہی

تو شمع انجمن غزالاں ہی سہی

تو موضوع خوش خیالاں ہی سہی

تو رشک مہ و مہر ہی سہی

تو قرار قلب و نظر ہی سہی

مگر اے جان غزل! زرا یہ تو بتا کیا ثبات ہے تیرے حسن کی بہار کو

کہ در خور اعتنا نہیں سمجھتا تو میری پکار کو میرے پیار کو

ہر شاخ گل کا انجام ہے باد خزاں

ہر راہ نکلتی ہے کنج مزار کو

یہ جہاں کل نفس ذائقہ الموت کی تفسیر ہے

یہی آئین قدرت یہی خالق کی تدبیر ہے

یہی قانون ہے ازل سے ابد تک

یہی اصول عالمگیر ہے

اے جان غزل! زرا یہ تو بتا کیا ثبات ہے تیرے حسن کی بہار کو

چشم فلک نے

کتنے مغرور سر کٹتے دیکھے ہیں

کتنے ہی قصر شاہی گرتے دیکھے ہیں

کتنے ہی یوسف بکتے دیکھے ہیں

کتنے ہی شیریں لب سلتے دیکھے ہیں

اے جان غزل! ذرا یہ تو بتا کیا ثبات ہے تیرے حسن کی بہار کو

کتنے ہی اطلس و کمخواب کے پجاری نادار ہوئے

کتنے ہی گوہر عفت رونق بازار ہوئے

کتنے ہی فرعون گردش لیل و نہار کا شکار ہوئے

کتنی ہی سلطنتوں کے چراغ بجھے کتنے ہی حرم سرا مسمار ہوئے

اے جان غزل! ذرا یہ تو بتا کیا ثبات ہے تیرے حسن کی بہار کو

وہ ظل سبحانی وہ سلطان عالیشاں کیا ہوئے

وہ غرور کی تصویریں وہ جبروت کے نشاں کیا ہوئے

وہ تیمور سکندر شاہ جہاں کیا ہوئے

وہ مرحب سہراب رستم زماں کیا ہوئے

اے جان غزل! ذرا یہ تو بتا کیا ثبات ہے تیرے حسن کی بہار کو

اے کج نظر! بن صاحب نظر تو

اے بے خبر! بن با خبر تو

ہم نے ہی تیری تقدیس کو سراہا

ہم نے ہی تجھے ٹوٹ کے چاہا

اب تو ہی بتا

کیا رسم و راہ ترک کر دیں

کیا وفاؤں کا سلسلہ دراز نہ کریں
کیا تنہائیوں کو اپنا مقدر ٹھہرائیں
کیا تمہیں اپنا ہمراز نہ کریں
کیا محبت کو خلعت مہر و وفا سے سرفراز نہ کریں
اے جانِ غزل زرا یہ تو بتا کیا
کیا معبدِ سخن میں صبح و شام کی ریاضتیں
کیا تمھارے رخِ زیبا کی زیارتیں
چاندنی میں غسل کر کہ رات بھر کی عبادتیں
رائیگاں جائیں؟
اے کج نظر! بن صاحب نظر تو
اے بے خبر! بن باخبر تو
کتنے ہی ماہ و سال میرے
تیری آتشِ حسن کا ایندھن ہوئے
کتنی مسرتوں کے قافلے
تمھاری زلفوں کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اتر گئے
اے جانِ غزل! کیا تو نے کبھی سوچا ہے
مقامِ آہ و فغاں سے ہم گزر چلے
شگفتہ دل آئے تھے بادیدہ تر چلے
شکوہ نہیں ناک و سناں دشمناں سے
مگر یہ کیا تمہارے بھی ہم پر خنجر چلے

تمہاری راہوں کو اپنے خون سے گلزار کرنا اپنا عہد تھا
سو بخوبی یہ فرض ادا کر چلے
مگر تجدید عہد وفا ہم کرتے رہیں گے
رسم شبیری بھی ادا کرتے رہیں گے
تیری خوشبوؤں سے سے نبھا کرتے رہیں گے
خون دل سے آبیاری کریں گے شجر محبت کو
اور اک نیا رنگ جنوں عطا کرتے رہیں گے
ادھر آپکے حسن کا فسوں کیا کیجیے
ادھر میرا کار جنوں کیا کیجیے

اے میری ہمسفر!

میں اک گیت مطرب ہوں میرا ساز تو
میں اک دل مضطرب ہوں میری آواز تو
میں معجزہ ہائے سخن پروردگار اعجاز تو
میں سر تسلیم خم نیاز مند میرا ناز تو
اے میری ہمسفر!

تیرے سیمیں وجود سے زیست شاداب ہوئی
تو کتاب زندگی کا حسیں باب ہوئی
قلب و نظر کو نیا رنگ جنوں ملا
جب سے تیری محبت میرے ہمرکاب ہوئی
اے میری ہمسفر!

جب سے تمہاری پرچھائیاں ملیں
میرے فن کو نئی رعنائیاں ملیں
میری نگارشات کو نئی توانائیاں ملیں
میرے درد کو نئی پنہائیاں ملیں
اے میری ہمسفر!

خوشیاں بڑھنے لگیں غم سمٹنے لگے
کارواں مسرتوں کے رواں ہونے لگے
تمہاری زلفوں کی چھاؤں میں ہم چھپنے لگے
تمھاری خوشبوؤں سے ہم لپٹنے لگے

اے میری ہمسفر!

پیار کا یہ کارواں

حیات پائے جاوداں

سر پہ ہو نیلا آسماں

زمیں ہو مثلِ کہکشاں

اے میری ہمسفر!

بلند کریں دست دعا

جدا نہ کرے ہم کو خدا

یوں ہی ساتھ ساتھ چلیں

ہاتھوں میں ڈالے ہاتھ چلیں

☆☆☆☆

ہجر کی دھوپ میں جھلس گیا ہوں زرا وصل کی چھاؤں ڈال دے

تیرے رنگ و روپ میں ڈھل جاؤں مجھے وہ کمال دے

جی اٹھوں تیرے نام سے مر مٹوں تیرے نام پہ

مجھے اور کچھ نہ عطا کر بس ایسا حال دے

میری نظر میں گلاب کھلیں میری فکر میں خوشبو بسے

جو بھولوں تو پھول جھڑیں مجھے وہ رنگِ جمال دے

مجھ پہ اک یہ بھی کرم ہو میری عمر اس کو لگ جائے

میری خوشیاں اسکے نام ہوں مجھے اسکا ملال دے

ہے دل میں یہ حسرت کبھی ایسا بھی تو ہو

میں جاں دینے کی اجازت مانگوں وہ ہنس کے مجھے ٹال دے

تیری یادوں کی شراب دن رات پیوں

تیرے ذکر میں جو گزریں وہ ماہ وسال دے

گرفتہ دل اور آشفتہ نظر ہوں عین شباب میں

ذرا بیٹھ میرے سامنے وصل کے جام وسبو اچھال دے

بہکی بہکی سی ہے یہ چاندنی مہکی مہکی سی ہے یہ رات

میں ذرا ستاروں کے اس پار چلا ہوں میری یہ دولت سنبھال دے

کبھی یوں بھی تو ہمیں صاحب اختیار کر

میں ستارے اسکی مانگ میں سجاؤں وہ مجھے ہلال دے

پھر سے چراغاں ہو جائے دربار سخن میں

مجھے کوئی شوخ جواب بخش اسے شرارتی سوال دے

کیا یہ کم ہیں تیری مجھ پہ عنائتیں

تیرا نام میرے لبوں کو بہار دے تیرا ذکر مجھے اجال دے

(۱۳ اپریل ۲۰۱۵)

تیری روح سے تیرے بدن سے تیرے رنگ جمال سے محبت ہے

تیرے وجود سے تیرے گمان سے تیرے خیال سے محبت ہے

تیرے لب برگ گلاب سے تیرے رخ ماہتاب سے

تیری زلف بے مثال سے تیری چشم غزال سے محبت ہے

تیرے نین ونقش سے تیرے روپ بہروپ سے

تیرے بانکپن وقار سے تیری چال ڈھال سے محبت ہے

تیرے انداز سخن سے تیرے منطق ودلائل سے

تیرے ہنر وفن سے تیری مہارت وکمال سے محبت ہے

تیری صبح وشام سے تیرے دن رات سے

تیرے ماہ وسال سے تیرے ہر حال سے محبت ہے

☆☆☆☆

راہ وفا پر ہم تنہا چلتے رہے

دل مچلتا رہا ارمان جلتے رہے

کیسا یہ دستور تیرے شہر میں

اشک بہتے رہے لب سلتے رہے

کیسی یہ تقسیم کس کی یہ تقسیم

خوشی اسکو غم ہم کو ملتے رہے

برا نہ مان اتنا ارزاں بھی نہ جان

ہم سے ہی وفا کے پھول کھلتے رہے

وہ تو تھا یا تیرا عکس تھا کہ شب بھر

ہم ٹوٹتے رہے بکھرتے رہے

تیرے کافوری ہاتھوں کا اعجاز

روح مہک اٹھی رخسار جلتے رہے

ہر قدم پہ اک نیا بھنور ہجر

ہم پل پل ڈوبتے ابھرتے رہے

ملے بنا وہ ہماری گلی سے گزر گئے

جنکے لیے ہم دن بھر سجتے سنورتے رہے

جز میرے شہر بھر سے سلسلے اس شخص کے

جسکے پہلو کو ہم عمر بھر ترستے رہے

اسے محبت سے تعبیر کریں یا سودائی پن کہیں

تیرے آنچل کو آنکھوں سے لگاتے پیراہن کو چومتے رہے

رگ جان! پتھر نہ بن کبھی انکی بھی خبر لے

جو تیرے نام سے جیتے رہے تیرے نام پہ مرتے رہے

لب پہ حرف غزل دل میں فقط تمہاری محبت تھی

جانے کیوں زمانے کی نظروں میں کھٹکتے رہے

ملیں جو کبھی فرصتیں تو خیال کرنا

کون کون تیری زلف عنبر فشاں تلے لٹتے رہے

یہ اپنا نصیب تھا جنون تھا یا شوق آوارگی کہ بھیگی سی

اک شام کو اسکی چوکھٹ پہ روتے رہے سسکتے رہے

جان سخن! تو سلامت رہے گلہ نہیں کہ

تیرے قدموں میں گرتے رہے کٹتے رہے

جن سے وابستہ تھیں میری سانسیں عبداللہ

وہی چاند ڈھلتے رہے وہی چراغ بجھتے رہے

(۱۲ فروری ۲۰۱۵)

کنج کنج میں ہے سوغات پھولوں کی

لب لب پہ ہے بات پھولوں کی

کانٹوں کے دامن میں رکھا کیا ہے

مہربان ہے تو بس ذات پھولوں کی

ہر چہرے پہ تبسم ہے رقصاں

بڑی لطیف ہے حیات پھولوں کی

مر کر بھی فضائے گلشن کو منور کر گئے

آسمان پہ بھی زیر بحث ہیں تجلیات پھولوں کی

یوں تو ہزار ہا جبینیں سجدہ ریز ہیں گلشن میں

باغباں کو پسند ہیں تو صرف عبادات پھولوں کی

ہر اک نے بساط بھر حصہ لیا تعمیر چمن میں

انسان کے لیے مشعل راہ ہے مساوات پھولوں کی

ستاروں کی خنک چھاؤں میں چاند سے ہمکلامیاں

کس قدر حسیں ہے رات پھولوں کی

اک بادہ خوار کو موضوع سخن بخشا

ہمیشہ یاد رکھی جائیں خدمات پھولوں کی

تیری زلفوں کو سجایا ہے میں نے پھولوں سے

کیا یہ کم ہیں مجھ پہ عنایات پھولوں کی

کوئی خوشبو بھری تحریر آپکے نام بھی ہو جائے

حضور ! لائیے قلم دوات پھولوں کی

محبتوں کے راز داں ہوتے آہوں کے امین ہوتے
اگر ہم بھی شہر دل کے مکین ہوتے
فضائے گلشن ہستی میں ہنگامہ بپا کرتے
کلیوں کی مہک ہوتے ستاروں کی جبین ہوتے
ہم پہ بھی برستے تبسم کے پھول بنام الفت
اگر ہم بھی اپنے عہد کے حسین ہوتے
روح میں اتر جاتے دلوں کو اسیر کرتے
الفاظ کا گلدان ہوتے جو بات دلنشین ہوتے
شبنم کے آنسو بہاتے کلیوں سے لپٹ کر روتے
اگر کبھی ہم چمن میں غمگین ہوتے

۱۲ مارچ ۲۰۱۵

اس قدر رنگینی میرے جام شراب میں
جیسے تتلیاں رقصاں ہوں آغوش گلاب میں
ناصح! بس کر مجھے نہ ستا خدارا
ہر پند ہے بے اثر عشق کے باب میں
رحمت یزداں سے مشروط ہے بہشت
زاہد! تو ڈھونڈتا ہے گناہ ثواب میں
اے ابر وصل! تیرا کب تک انتظار
میرا بدن جل رہا ہے ہجر کے عذاب میں
ہر موڑ پر قافلہ ہائے درد
ہر مقام پر غم میری زندگی کی کتاب میں
ہجر کی دھوپ چاٹ گئی وجود کے گلاب کو
گرفتہ دل اور آشفتہ نظر ہوں عین شباب میں
صبحیں شامیں نہ اب وہ بہاریں رہیں
نہ وہ پہلی سی کسک اب دل بیتاب میں
تجھے کیا خبر کتنا آباد تھا یہ شہر دل کبھی
جو ڈوب گیا ہے اشک فرقت کے سیلاب میں
گر تیری زلفوں کی تیرگی ہے شب میں
تو تیرے رخ کی تجلی ہے ماہتاب میں
محبت کے خاکے میں کچھ ایسے رنگ بھریئے
دو پریمی پیڑ تلے ملیں سحاب میں
شاعر نہ ادیب ہوں میں صاحبو!
یہ تو درد دل ہے جو بانٹتا ہوں احباب میں

(۱۵ نومبر ۲۰۱۵)

گلاب در گلاب بہاروں کے موسم
شفق در شفق چناروں کے موسم

کنج کنج میں حسن کی چھل بل
خوشبو در خوشبو گلزاروں کے موسم

چمن زار فلک میں جشن کا سماں
قطار در قطار چاند ستاروں کے موسم

برسات کی رم جھم کوئل کے نغمے
آئے ہیں حسیں نظاروں کے موسم

اپنے آنچل کی خوشبو سے مجھے بھگو دو
میری طلب مست جوئباروں کے موسم

یہ سخن طرازیاں بہ فیضِ حسن عطیہ ورنہ
کہاں جچتے مجھے یہ نگاروں کے موسم

عشق کچے گھڑے میں جلوہ گر
امتحاں در امتحاں منجھداروں کے موسم

خوشبو رقصاں ہے حسن کی تال پر
جب سے آئے ہیں گل عذاروں کے موسم

(۲۹ نومبر ۲۰۱۵)

صحنِ چمن میں آؤ چاندنی رات ہے

گل و لالہ کو جگاؤ چاندنی رات ہے

مہ وشوں کو بتاؤ چاندنی رات ہے

گل کدوں کو سجاؤ چاندنی رات ہے

جو بھولیں تو پھول جھڑتے ہیں

ان کو بلاؤ چاندنی رات ہے

میں اشعار کے چاند ستارے بکھیروں

تم سخن سے فضا مہکاؤ چاندنی رات ہے

ستاروں میں چمکو کبھی رنگوں میں دمکو

میرے پیار میں کھو جاؤ چاندنی رات ہے

آنکھ پرنم ہے کیوں دل میں غم ہے

اسے سمجھاؤ چاندنی رات ہے

میرے یار کی پالکی آ رہی ہے

طربیہ گیت گاؤ چاندنی رات ہے

بڑا نازک مزاج ہے وہ آئے

تو پھول برساؤ چاندنی رات ہے

تیرے لبوں پہ جو بہار ہے وہ میرا پیار ہے

جہاں میں دھوم مچاؤ چاندنی رات ہے

آؤ پھر عالم مدہوشی میں کھو جائیں

جام و سبو لاؤ چاندنی رات ہے

روشن حیات ہے جب تک وہ میرے سات ہے
اسے بتلاؤ چاندنی رات ہے

میں ہجر کی داستان کہوں
تم وصل کی سناؤ چاندنی رات ہے

تمہاری آنکھوں میں آنکھیں ڈالوں
تم مسکراؤ چاندنی رات ہے

یوں دور دور سے تڑپانا اچھا نہیں
میری بانہوں میں آؤ چاندنی رات ہے

میں اک شوخ ساز چھیڑ رہا ہوں
تم دھیمے سر میں گنگاؤ چاندنی رات ہے

(۲۲ مارچ ۲۰۱۵)

آسمان کے ماتھے پر جگمگا رہا ہے چاند

پیمانہ حیات میں تلخیاں بڑھا رہا ہے چاند

کون سو گیا آج پھر تنہائی کی چادر اوڑھ کر

درد کی داستان سنا رہا ہے چاند

دو دیوانے چھپ کہ مل رہے ہیں

زیر لب مسکرا رہا ہے چاند

بن سنور کہ جو شب کی دلہن چلی ہے

جام پر جام چڑھا رہا ہے چاند

ہو کر ستاروں کے پہلو میں رقصاں

عاشقوں کا جی جلا رہا ہے چاند

دے حکم گھٹاؤں کو چھپا لے جائیں اسکو

ہجر کے ماروں کو ستا رہا ہے چاند

جو کھو چکے اپنی زیست کا چاند

انکا کرب بڑھا رہا ہے چاند

(۱۹ اپریل ۲۰۱۵)

لرزاں لبوں کی دعا یاد ہے اب تک
شکستہ دلوں کی صدا یاد ہے اب تک

تیرے دامن کی مہکی ہوا یاد ہے اب تک
تیرا شوخ آنچل رنگ قبا یاد ہے اب تک

کیسے اس شام جدا ہوئے ہم
اس لالہ فام کی ادا یاد ہے اب تک

پھولوں نے جو تتلیوں کو دی
وہ درد بھری صدا یاد ہے اب تک

باد خزاں سے نسیم بہار تک جو ساتھ تھا
وہ ہمسفر وہ ہمنوا یاد ہے اب تک

اپنے ذکر سے جو رخ یار پہ پھیلی
وہ شعلہ فگن حیا یاد ہے اب تک

کون کہتا ہے وقت کے ساتھ بدل گیا ہوں
مجھے اپنا عہد وفا یاد ہے اب تک

میری تباہیوں میں جسکا ہاتھ تھا
دوستوں کی وہ ریا یاد ہے اب تک

☆☆☆☆

بزم ہستی میں حشر اٹھا دے ساقی

خدارا! شراب پلا دے ساقی

بھولتی نہیں اس شوخ زلف کی برہمی

ہوش اڑا دے شراب پلا دے ساقی

میرے لب ہیں کہ صحرا ہیں

پیاس بجھا دے شراب پلا دے ساقی

ہماری مے پرستی انکو بے کل کر دے

پانی میں آگ لگا دے شراب پلا دے ساقی

جو چلوں تو جاں سے گزر جاؤں

شعلوں کو ہوا دے شراب پلا دے ساقی

تفکرات زندگی سے مجھے دور لے چل

اپنی آغوش میں پناہ دے شراب پلا دے ساقی

کوئی تو حال پریشان کی خبر لے

بہاروں کو میرا پتا دے شراب پلا دے ساقی

تیری زلفوں کے سائے میں مجھکو راحت ملتی ہے

اسے یہ بتا دے شراب پلا دے ساقی

(۲۸ اپریل ۲۰۱۵)

تم یاد آتی ہو

دسمبر میں جب اونچے نیچے بل کھاتے

پہاڑی راستے برف سے ڈھک جاتے ہیں

جب پودے پھلوں کے بوجھ سے جھک جاتے ہیں

جب برفانی تودے اپنی جگہ سے سرک جاتے ہیں

جب چیری سے پہاڑی قصبے مہک جاتے ہیں

جب پہاڑوں کے باسی آتش دانوں میں خوشبودار لکڑی جلا کر

بستروں میں دبک جاتے ہیں

جب ہڈیوں کو چبھتی ہوئی سردی نشتر کی طرح وجود میں اترتی ہے

تب تم یاد آتی ہو

اکثر یاد آتی ہو

نجانے کیوں یاد آتی ہو

موسم گل میں

رنگ برنگے پھولوں کو

باغوں کو جھولوں کو

اڑتے پتنگوں کو

تتلی کے رنگوں کو

درختوں کی پھنگوں کو

پانی کے دھاروں کو

حسین آبشاروں کو

دیکھ کر

تم یاد آتی ہو

اکثر یاد آتی ہو

نجانے کیوں یاد آتی ہو

خزاں کی حشر سامانی کو

درختوں کی ویرانی کو

سنسان سی راہ پر

کسی لڑکی انجانی کو

دیکھ کر

تم یاد آتی ہو

اکثر یاد آتی ہو

نجانے کیوں یاد آتی ہو

شاپنگ مال میں

شادی ہال میں

حسیں چہروں کے میلوں میں

فیشن کے جھمیلوں میں

سرخی پوڈر کاجل کو

لال ساڑھی سنہرے آنچل کو

قہقہوں کے انبار کو

ماحول خوشگوار کو

ہنسی کی پھوار کو

دیکھ کر

تم یاد آتی ہو

اکثر یاد آتی ہو

نجانے کیوں یاد آتی ہو

شاعری کی کتابوں کو

شعراء کے خوابوں کو

اداس غزلوں کو

اداس نسلوں کو

حسن و عشق کی وارداتوں کو

ہجر کی گھاتوں کو

ابدی تنہائی کو

لمبی جدائی کو

آنکھوں میں کٹی راتوں کو

وصل کی سوغاتوں کو

انشاؔء کو فیضؔ کو

مجنوںؔ کو قیسؔ کو

ساغرؔ کی تنہائیوں کو

ساحرؔ کی جدائیوں کو

نوشی کی آرزوؤں کو

پروینؔ کی خوشبوؤں کو

اقبالؔ کی بے بسی کو

جالبؔ کی بے کسی کو

محسنؔ کی نوا کو

ناصرؔ کی صدا کو

پڑھ کر سن کر

تم یاد آتی ہو

اکثر یاد آتی ہو

نجانے کیوں یاد آتی ہو

(۱۴ فروری ۲۰۱۵)

☆☆☆☆

میکدے چلے آؤ جام باقی ہے

آغاز عشق ہے ابھی انجام باقی ہے

ارے ابھی سے تم کہاں چل دیئے

ابھی سحر ہوئی نہیں غم کی شام باقی ہے

یہ اداسیاں یہ تنہائیاں کیوں ہیں دوستو!

اک کانچ کا پیکر پھول سا کلام باقی ہے

یہ فاصلے یہ دوریاں ترک تعلق نہیں ہے

ابھی آنکھوں میں مروّت دلوں میں احترام باقی ہے

میرے لبوں پہ سجتا نہیں کسی غیر کا ذکر

اے دوست! تیری مہکی سانسیں تیرا نام باقی ہے

میں نے چوما ہے گلابوں کو تمہارا نام لے کر

ابھی دیوانگی موجود ہے تاثیر حسن لالہ فام باقی ہے

جسکی گلیوں میں پل کر جواں ہوئے

وہ گاؤں آباد ہے ہوا مست خرام باقی ہے

یہ نظمیں یہ غزلیں یہ تو تمہاری ثنا ہے

سخن جاری ہے ابھی پیغام باقی ہے

جام وسبو چھوڑ لوٹ آ عبداللہ

ابھی تیرا فن زندہ تیرا کام باقی ہے

۱۵ فروری ۲۰۱۵

میں پیوں نہ تو کیا کروں

آنکھ پرنم ہے

دل میں غم ہے

میں پیوں نہ تو کیا کروں

راہگزاروں میں وحشتوں کے ڈیرے

حیات میں مہیب اندھیرے

میں پیوں نہ تو کیا کروں

تیرے لبوں کی لالی تڑپائے

اور کچھ بن بھی نہ پائے

میں پیوں نہ تو کیا کروں

جب رات کی دیوی آئے

تیری زلف ستائے

میں پیوں نہ تو کیا کروں

میکدہ ویران جام اداس میرے

ہو سو تنہائیاں تم نہ پاس میرے

میں پیوں نہ تو کیا کروں

جب بھی عالم ہوش میں آؤں

اور تجھے نہ پاؤں تو

میں پیوں نہ تو کیا کروں

کتنی قیامتیں مجھ پہ ڈھے گئیں

کتنی حسرتیں اشکوں میں بہہ گئیں
میں پیوں نہ تو کیا کروں
محفلوں کو تنہائیاں کھا گئیں
شگوفوں کو بجلیاں جلا گئیں
میں پیوں نہ تو کیا کروں
لب سوکھے ہیں
جام روکھے ہیں
میں پیوں نہ تو کیا کروں
تیرے لبوں کی لالی گلاب میں
تیرے بدن کی خوشبو شراب میں
میں پیوں نہ تو کیا کروں
تمہاری آنکھوں میں شناسائی کی چمک نہیں
تمہاری باتوں میں اپنائیت کی مہک نہیں
میں پیوں نہ تو کیا کروں
بجھی بجھی ہے چاندنی اٹھ چلی ہے پالکی ستاروں کی
آمد آمد ہے خزاں کی رت روٹھ چلی ہے بہاروں کی
میں پیوں نہ تو کیا کروں

۱۵ اپریل ۲۰۱۵

فقیر

ہاتھوں میں کشکول لیے
کچھ یادیں انمول لیے
لبوں پہ پیار کے بول لیے
تیرے دل کے در پر فقیر صدا لگائے
تو شاد رہے بابا
تو آباد رہے بابا
گر ہم دید کے پھول پائیں
جھولی بھر بھر دے دعائیں
ریگزار جاں کی پیاس مٹا دو بابا
خوشبوئے وصل سے کوچہ جاں مہکا دو بابا
ہم نگری نگری پھرے مسافر
ہم دیس بدیس کے مہاجر
گر تم سے کچھ پائیں
جھولی بھر بھر دے دعائیں
مال نہ زر ہمارا
گاتا جائے بنجارا
غموں کی سوغات لیے
اشکوں کی برسات لیے

سلگتی حیات لیے

فقیر اک ہی صدا لگائے

حسن کی خیرات دے دو بابا

محبتوں کی سوغات دے دو بابا

تیری راہ میں لہو بہائیں گے ہم

وفا کے نغمے گائیں گے ہم

جہاں سے چھین کے خوشیاں

تمہارے لبوں کو مہکائیں گے ہم

خود روئیں گے پر

تجھے ہنسائیں گے ہم

ہم سے نہ چھپی کوئی بات تمہاری

رکھیں گے تمہاری پردہ داری

کوچہ کوچہ صدا لگائیں ہم

گلی گلی بکھیریں وفائیں ہم

دوست نہ کوئی یار

نہ ہم دنیا دار

صرف تجھکو ہم یاد کریں

دل اپنا شاد کریں

۲۰ فروری ۲۰۱۵

مہکی مہکی یہ شام تیرے ساتھ گزار دوں
زرا پاس میرے آ تیری زلف سنوار دوں

ہجر خزاں سے تیرا رنگ و روپ ڈھل گیا
اپنی چاہت کے رنگوں سے تجھے نکھار دوں

تیری قربت کے نشے سے سرور ملتا ہے
"جو چلو سنگ میرے دعائیں ہزار دوں"

خوشی سے تیری روح مہک اٹھے
کبھی تو آ تجھے وہ پیار دوں

چرچا ہو نگر نگر تیرا ذکر ہو شہر شہر تیرا
تمہارے نام کی غزل کہوں زرِ سخن ادھار دوں

یہ تغافل شعاری تجھے مبارک ہو
میں تو تیری ہر سانس پہ جاں وار دوں

۱۹ مارچ ۲۰۱۵

☆☆☆☆

حسن تیرا گہنا گیا ہے

شاید ہجر کا موسم آ گیا ہے

بدلی بدلی سی نگاہیں ہیں تیری اب

کیا کوئی نیا ہمسفر زندگی میں آ گیا ہے

کیسے کہوں سب اچھا چل رہا ہے

تیرے جوڑے کا گلاب مرجھا گیا ہے

کردار میں اب بھی بونا ہے انساں

گو کہ چاند کو ہاتھ لگا گیا ہے

نعمت آزادی کو سمجھ نہ سکا

پرندے کو دانہ صیاد لبھا گیا ہے

مجھ سے اس طرح ملتے ہیں احباب میرے

گویا کوئی زرغہ دشمناں میں آ گیا ہے

خط پڑھکر وہ مسکرا دیئے

شاید اظہار محبت بھا گیا ہے

رخ محبوب کا بس کچھ نہ پوچھیے

چاند بھی شرما گیا ہے

یکم کتوبر۲۰۱۴

ہتھیلی پہ سرسوں جمائے نہیں جماتے
ویراں آنکھوں میں خواب سجائے نہیں جاتے

بڑی تیز ہے اب نسل تو
انکو لیلی مجنوں پڑھائے نہیں جاتے

اس قدر الجھے ہیں معاملات دل
لاکھ کوشش کرو سلجھائے نہیں جاتے

محبت پانی ہے دل میں گھر کر لیتی ہے
اس کے لیے رستے بنائے نہیں جاتے

سرشت کو بھی دخل ہے محبت میں دوستو!
بنجر زمینوں پہ پودے اگائے نہیں جاتے

اب اشک ہی رقم کریں گے داستان محبت کی
ہم سے تو یہ فسانے سنائے نہیں جاتے

جن کو دعویٰ تھا محبت کا بہت دوستو!
وہ اب مقتل میں پائے نہیں جاتے

یہ عشق ہے جو سوئے مقتل لے چلا ہے
ورنہ سر اب کٹوائے نہیں جاتے

رحمت یزداں! اپنی پناہ میں لے لے
اب مزید کرب اٹھائے جاتے نہیں

پوچھا وہ ملنے کے وعدے کیا ہوئے
وہ بولے اب بچے بہلائے نہیں جاتے

یکم اکتوبر ۲۰۱۴

اداس رات کے ہمراہ
چاند بھی تنہا تنہا

شہر کی ویرانی بڑھائے
ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہوا

دونوں پریمی اکٹھے تھے
جب دور دیا جلتا تھا

لو وہ آج پھر سو گیا
اختر شماری کرتا

مجھ بن نہ جی پاؤ گے
وہ اکثر مجھ سے کہتا

کیا بتائیں وہ کیسا خوبرو ہے
جو دل ہمارے میں ہے رہتا

سرمایہ دار کے لیے بہشت دنیا
مزدور صرف دکھ درد ہے سہتا

صدف نہ بنا دیتے تو کہتے
اگر اسکی آنکھوں سے آنسو بہتا

یکم اکتوبر ۲۰۱۴

تم سے بچھڑ کر میں کس قدر بدل گیا ہوں

میں اکثر یہ سوچتا ہوں

کھوئے خواب شاید مل جائیں

میں اکثر آسمان کو تکتا ہوں

آنکھیں احتراماً جھک سی جاتی ہیں

تیرے کوچے سے جب گزرتا ہوں

یوں زلفوں کو بکھیرا نہ کرو

بے تاثر چہرے کے پیچھے مچلتا ہوں

ہاتھ کیوں کپکپا سے جاتے ہیں

جب بھی اس مہ وش سے ملتا ہوں

عجب کیفیت ہے موسم ہجر میں

دل تو روئے سرِ محفل ہنستا ہوں

ستائش نہ صلے کی تمنا ہے

رہبر ستارہ ہوں بس چمکتا ہوں

کیسے سناؤں حال دل

تیری دہلیز پہ کھڑا سوچتا ہوں

نئی حیات ملتی ہے مجھکو عبداللہ

شعر انکی جناب میں جب پڑھتا ہوں

یہ کیسا رشتہ ہے احساس کا

آنکھ بھر آئے جب بھی غزل کہتا ہوں

ستمبر ۲۰۱۵

میرے ہمسفر! جب سفر سے تم تھک جاؤ
جی چاہے تو راستے سے پلٹ جاؤ

دستور دنیا ہے بھلے کو برا کہنا
تمہیں ناگوار ہو تو ہٹ جاؤ

ہمیں حسرت رہی کوئی تو ایسا ہو عبداللہ
جس کے لیے جی چاہے مٹ جاؤ

حصول منزل کے لیے سفر تکمیل نہیں پاتے
ان فاصلوں سے کون کہے سمٹ جاؤ

یہ غم کے بادل نہیں فقط آزمائش ہے
ورنہ کہہ دیتے ان سے چھٹ جاؤ

اتنی عمر ہوئی کوئی ہمارا نہ ہوا
تنہائیو! آؤ مجھ سے لپٹ جاؤ

☆☆☆☆

زلف پھرتی ہے پریشاں تیرے لیے
آنکھ ہے حیراں تیرے لیے

گل ولالہ کا تو خیر ذکر کیا
باغ و بہار بھی قرباں تیرے لیے

آنکھوں نے لٹائے مسرتوں کے پھول
سجا دل کا مکاں تیرے لیے

کون کس کے لیے جیے آجکل
یہ عہد و پیماں تیرے لیے

قسمت میں تیرا ساتھ نہیں تھا یہ اور بات ہے

وگرنہ راہ وصل پر لمبا سفر کیا ہے

تیرے شہر کے تو موسم بھی مخلص نہ تھے مجھ سے

پھر بھی تیری چاہت میں عمر کو یہاں بسر کیا ہے

ناوک وسناں اہل ستم نے چاک چاک کر دیا میرے تن کو

پھر بھی تیرے دیوانے نے صبر کیا ہے

سوچا تھا کبھی نہ رقم کریں گے

اس کا طرز تغافل مگر کیا ہے

گردش ایام بن گئی میرے پاؤں کی زنجیر مگر

میرے احساسات نے تیرے کوچے تک سفر کیا ہے

جہاں خوشیوں اور مسرتوں کا میلہ تھا کبھی

زرا دیکھ! تیرے ہجر نے اس دل کو قبر کیا ہے

نہ خوش رہ سکو گے میرے بن لوٹ آؤ

آج ہم نے تمکو پھر باخبر کیا ہے

میں اس قابل کہاں کہ غزل کہوں

تیری محبت کو خضر کیا ہے

سیم وزر نہ جواہر ہیں کوئی

سخن گر ہوں زرِ سخن تیری نظر کیا ہے

کیا ابن کنعانی بنتا جا رہا ہوں

جو بازار وقت میں بکتا جا رہا ہوں

منزل کی خبر نہیں ہے مجھ کو

حالات کی رو کے ساتھ بہتا جا رہا ہوں

کوئی فیض نہ پائے تو اور بات ہے

رہبر ستارہ ہوں چمکتا جا رہا ہوں

اسکی محبت کی آنچ عجیب التا ثیر ہے

دن بدن دمکتا جا رہا ہوں

تیرے ذکر سے ملتی ہے گلاب کی سی تازگی

میں روز بروز نکھرتا جا رہا ہوں

مواحد ہوں جو فقط تیری چوکھٹ کا سوالی ہوں

یدائے زلیخان زمانہ جھٹکتا جا رہا ہوں

ہجر کی بھٹی نے اس قدر جلایا ہے

کندن بنتا جا رہا ہوں

شاید وہ پشیماں ہوں اپنی ستمگری پر

مصائب اہل ستم سہتا جا رہا ہوں

گو کہ پابند ہے زباں میری مگر

آنکھوں سے حال دل کہتا جا رہا ہوں

جس کا نام جپتے جپتے عمر بتا دی
اس نے مجھے عجب سزا دی

مجھے تمنا تھی وصل کے مہکے گلابوں کی
اس نے ہجر کی ڈالی پرُ خار تھما دی

جب بھی دیدار ہوا اس ماہ نو کا
دل نے آنکھوں کو دل سے دعا دی

اور زینت تحریر کیا بنا اس شخص کا نام
قلم مہک گیا کتاب مسکرا دی

شاید کہ ذکر جاناں نہایت ہی لطیف جذبہ ہے
کہ جب بھی ہوا زلف ہنسی آنکھ شرما دی

عجب تعلق ہے تیرے کوچے سے جو گزر رہوا
زبان تو چپ رہی دل نے تجھکو صدا دی

حسن ہمیشہ پردہ نشین ہوا
قدرت نے جب آنکھوں کو حیا دی

میں نہ بھولوں اس کا احساں کبھی بھی
جس نے میرے احساسات کو لفظوں کی قبا دی

☆☆☆☆

عمر بھر اک کارِ خیر کیا ہے

صبح و شام تیرا نام لیا ہے

بن تیرے زندگی آبلہ پائی

تیری یادوں کی چھاؤں میں تو جیا ہے

تیری بیدادگری کا کیا شکوہ

یہاں ہر اہلِ وفا مر کہ جیا ہے

ہر دور میں معتوب محبت ہوئی

ہر زمانے کے سقراط نے زہر پیا ہے

ہر عہد کا یوسف پابند سلاسل ہوا

ہر وقت کی زلیخا نے دغا کیا ہے

جانِ غزل! تجھ سے لاکھ شکوے

پھر بھی یہ دل تیرے نام کیا ہے

☆☆☆☆

میرا اور میرے ہم سفر کا عجب حال تھا

میں تارہ تھا عام سا اور وہ ہلال تھا

میں ادا میں جو طاق تھا

تو اسے گفتگو میں کمال تھا

نرم خوئی اسکی فطرت تھی

جبکہ اپنا خاصہ جلال تھا

اک بار ہم بہار رت میں بچھڑ گئے

اس نے حادثہ سمجھ کہ بھلا دیا مجھے مدتوں ملال تھا

وہ محبت کو محض دل لگی سمجھتا تھا

عبادت ہے اپنا یہ خیال تھا

وہ جب بھی آزردہ ہوا میں نے حوصلہ دیا

وہ مجھے عین اس وقت چھوڑ گیا جب میں غم سے نڈھال تھا

بچھڑتے وقت اسکے لبوں پہ مسکراہٹ تھی

غم جدائی سے میرا برا حال تھا

آخری بار جو اس نے مڑ کر دیکھا

میں رو دیا وہ ہنس پڑا یہی اسکا کمال تھا

محبت کے اس سفر میں ایسے بھی لمحے آئے

اس کے پاس جواب نہ میرے پاس سوال تھا

میں پیار کی بازی جیت کر بھی ہار گیا وہ ہار کر بھی جیت گیا

چلا وہ ستمگر ایسی غضب کی چال تھا

"وہ میرا درد کیسے جانتا وہ میری بات کیسے مانتا"

اسے چاہا ہی اس قدر گیا تھا وہ خوشی سے نہال تھا

میں ہی پر خطا تھا جو اسے گوہر دل دینے چل دیا

وہ لیتا تو کیونکر لیتا وہ پہلے ہی مالا مال تھا

پھر اداسیوں کی شال میں لپٹی شام ہے
اور خیال رخ یار اپنا کام ہے
انکی یاد میں یہ ہو گیا حال اپنا
دن کو سکوں نہ رات کو آرام ہے
چٹھی نہ کوئی سندیسہ آیا ہے
بھیجا کئی بار پیغام ہے
دل ناداں! تو نے مجھکو اسکے سامنے کیا جھکا دیا
اب وہ مجھکو سمجھتا بہت بے دام ہے
اے باد صبا! احتیاط سے میرے محبوب کو چھوئیو
خیال رہے وہ بہت نازک اندام ہے
دل بے چین! زرا سنبھل
ہر قدم پہ بچھا شوخ زلفوں کا دام ہے
حیات کی حقیقت کیا کہیے
بس مجموعہ رنج و آلام ہے
مشتاقو! باادب زرا نظریں جھکا کہ چلو
پیش نظر تجلیِ حسنِ لالہ فام ہے
ہوس زر اس قدر بڑھ گئی
اب محبت بھی نیلام عام ہے
اسکو یقیں نہ آئے تو اور بات ہے
چاہتوں کی خوشبو میں بسا میرا کلام ہے
وصل کے لیے لازم ہے کوشش

اب یہ اپنی قسمت کوئی سرخ رو کوئی ناکام ہے

نہیں ہے طلب مجھے مے کی

کافی مجھے چشم ساقی کا جام ہے

ذکر محبوب کیا چھیڑا ہے عبداللہ

جگمگا اٹھا میرے دل کا ہر در و بام ہے

☆☆☆☆

یادوں کے دیپ جلائے رکھتا ہوں

زیست کو یوں بہلائے رکھتا ہوں

شاید وہ آنکلیں یہاں

پھولوں کو میز پہ سجائے رکھتا ہوں

وہ تیرا تھا ہی نہیں جو تیرا ہوا نہیں

فگار دل کو یہ سمجھائے رکھتا ہوں

چاند ستاروں گلابوں کی ضرورت نہیں مجھکو

میں تو اپنی شاموں کو انکی یادوں سے مہکائے رکھتا ہوں

گلشنِ دل کہیں ویران نہ ہو جائے

اشکوں کا بادل برسائے رکھتا ہوں

بھری دنیا میں جز غم کے کوئی میرا نہ ہوا
سو غم کو سینے سے لگائے رکھتا ہوں
دل نادان بھی کہیں روشنی کی طلب نہ کر بیٹھے
راتوں کو شمع بجھائے رکھتا ہوں
زمانے میں شہرے اس کی تغافل شعاری کے
جانے کیوں موضوع سخن اسے بنائے رکھتا ہوں
خوشیوں کے تعاقب میں دنیا کے میلے میں نہ کھو جاؤں
خواہشات کو دل میں سلائے رکھتا ہوں
شاید کہ چشم تخیل بینا ہو جائے
تیرے آنچل کو حرز جاں بنائے رکھتا ہوں
تا حدِ نظر آثار نہیں ہیں وصل کے عبداللہ
جانے کیوں خواب آنکھوں میں بسائے رکھتا ہوں

(قیصر ندیم مرحوم کی یاد میں)

وہ مجھکو عجب درد آشنائی دے گیا

عین شباب میں داغ جدائی دے گیا

گلشن دل میں اسی کے دم سے تھیں بہاریں

وہ کیا بچھڑا مجھکو تو آبلہ پائی دے گیا

عمر بھر مجھ پر کھلا نہیں

دم واپسیں اپنی ذات تک رسائی دے گیا

میرے خط اسکی کتابوں سے ملے

خود تو چلا گیا مجھکو رسوائی دے گیا

حیات کے زنداں میں مقید تھا وہ

بلاوہ کیا آیا اسکو رہائی دے گیا

یوں تو پہلے بھی کئی بار جدا ہوا تھا مجھ سے

مگر اب کے بار تو غضب کی تنہائی دے گیا

غزل کے سفر میں جب میرا ذہن تاریکیوں میں کھو گیا

اس شمع بزم کا نام لیا تو راستہ سجھائی دے گیا

میری جھولی ہمیشہ وفا کے پھولوں سے سجی رہی

صرف وہی اک ستمگر تھا جو خار بے وفائی دے گیا

اک مدت سے میری انکھ بے آب تھی

وہ گیا اس طرح سے کہ سیلاب گریائی دے گیا

کیا کہنے حیات تھا تو زندگی ممنون احسان تھی

جو چلا تو موت کو رنگ حنائی دے گیا

کیا تذکرے لطف عام کے ہر کوئی زیر بار تھا

پاس تھا تو وصل کو ناز تھا دور رہا تو ہجر کو رعنائی دے گیا

میں اس قابل کہاں کہ غزل کہوں عبداللہ

یہ توفیضِ غمِ یار ہے جو لب کشائی دے گیا

☆☆☆☆

ٹوٹ کر بکھرے ہیں سمیٹا کرے کوئی

آنکھیں کھلی کتاب کی طرح ہیں پڑھا کرے کوئی

دل میں چھائی ہے قبرستان کی سی خامشی

کاش اس میں بسا کرے کوئی

تا حد نظر تیرگی ہی تیرگی ہے

مہتاب بن کر چمکا کرے کوئی

لمحہ بھر کی رفاقتیں تو بہت ملیں مجھکو

عمر بھر کا ہمسفر ہوا کرے کوئی

رقیب

میرے لیے کس قدر قابل احترام تو
میری صبح تجھ سے میری شام تو

ہر سو چرچے ہیں تیرے اے پروردہ فرنگ
تیری شہرت کہوں یا بدنام ہے تو

کیسے خوشنما دانے ہیں تیرے صیاد
میرے محبوب کو لے گیا زیر دام تو

ہم اہل قلم کا وار تلوار سے مہلک
ہوشیار! ذرا سوچ اپنا انجام تو

مجھے یاد رکھا جائیگا میری غزلوں سے
تو بدنام تھا اور ہو جائے گا گمنام تو

ہم ہی اولیں پیغامبر پیار کے
ہم صبح بہار اور خزاں کی شام تو

ہم ہی رقم کرتے رہے گلہائے محبت
صاحب گفتار تو صاحب دشنام تو

ہم سدا کریں طواف انکا تو اسیر ہوس
ہم شاہ سوار کارزار محبت اور ناکام تو

۱۸ نومبر ۲۰۱۵

ہر طرف ہے عذاب کہر میں ٹھٹھر رہا ہوں

جی جی کہ رہا ہوں مر میں ٹھٹھر رہا ہوں

دانت بج رہے ہیں ساز کی طرح

بند ہے تیرا در میں ٹھٹھر رہا ہوں

جاں لیوا ہیں یہ تند تیز سرد ہوائیں

مجھکو بچالے جا اپنے گھر میں ٹھٹھر رہا ہوں

اپنی چاہت کے کمبل میں چھپالے مجھکو

مجھ سے مذاق نہ کر میں ٹھٹھر رہا ہوں

جو بدن کو گرما سا دے

وہ جام میں دے بھر میں ٹھٹھر رہا ہوں

سنا ہے پانی میں آگ لگا دیتی ہے

مجھ پر بھی ڈال نظر میں ٹھٹھر رہا ہوں

☆☆☆☆

چاک جگر کو کیسے سیا جائے

تم بن کیسے جیا جائے

شہر آشوب میں ممنوعہ نام تیرا

اب کس کو یاد کیا جائے

رہے لازوال اپنی محبت

وہ آب حیات کہاں سے پیا جائے

ہے یہ آرزو جہاں بھی ہو تیرا ذکر خیر

وہاں نام میرا بھی لیا جائے

کوئی نہ کوئی سودا سر میں رہتا ہے
یہ کون ہمارے دل کے شہر میں رہتا ہے
یہ کون سا مجنوں ہے کون اسکی لیلیٰ ہے
اک جنون آبلہ پائی ہمراہ سفر میں رہتا ہے
چراغوں کی رات بے چراغاں پھرتی ہے
گیا گزرا منظر اب بھی نظر میں رہتا ہے
ہمیں ہم سے چھین کر خوش نہیں وہ بھی
اک موتی سا چمکتا اسکی نظر میں رہتا ہے
کسی کا ساتھ بہاروں جیسا کسی کا ساتھ خزاں کی رت
دل کبھی کانٹوں کی بستی کبھی پھولوں کے نگر میں رہتا ہے

☆☆☆☆

بیتے دن دسمبر کے جب یاد آئیں
دل میں اک میٹھا سا درد جگائیں
ہونٹوں پہ مسکان کھیلے
جانے کیوں آنکھیں بھیگ جائیں
یادوں کے دریچوں سے تیرا چہرہ نظر آئے
جگمگ کر کہ میرا تن من مہکائے
زندگی کے اس سفر میں تو بچھڑ گیا مجھ سے
ہونٹوں پہ مسکان لیے
دل میں ارمان لیے
کاش تو لوٹ آئے

یاد تمہاری آتی ہے

دسمبر کی بھیگی بھیگی راتوں میں
جب ہر شے پر سرد مہری چھاتی ہے
نس نس میں اداسی اترتی ہے
تب یاد تمہاری آتی ہے
تب یاد تمہاری آتی ہے
گھنٹوں رلاتی ہے
پہروں ستاتی ہے
جب افق پر سرخی چھاتی ہے
جب آنگن میں رات کی دیوی آتی ہے
اک درد سا سینے میں اٹھتا ہے
اک دیا بجھتا جلتا ہے
تب یاد تمہاری آتی ہے
تب یاد تمہاری آتی ہے
جب بہار ہر سو خوشبو پھیلاتی ہے
ہر کلی چٹکتی مسکراتی ہے
جب پیا گنگناتا ہے
کوئل گاتی ہے
تب یاد تمہاری آتی ہے

تب یاد تمہاری آتی ہے

سرما کی ڈھلتی سہ پہروں میں

چہار سو غمگین سی زردی چھاتی ہے

اک درد سا سینے میں اٹھتا ہے

اک دیا بجھتا جلتا ہے

تب یاد تمہاری آتی ہے

تب یاد تمہاری آتی ہے

جب کسی چلمن کے پیچھے

کوئی چاند چہرہ ابھرتا ہے

جب بند آنکھوں میں اک چنری لہراتی ہے

تب یاد تمہاری آتی ہے

تب یاد تمہاری آتی ہے

☆☆☆☆

کیوں؟

کیوں کھو گئی زندگی خوابوں میں
کیوں الجھی زیست عذابوں میں
کیوں گل آرزو مرجھا گئے دل کتابوں میں
کیوں منزل نظر آئے سرابوں میں
کیوں وہاں دل پر قفل تالے پڑے
کیوں یہاں دل پر نیزے بھالے پڑے
کیوں عبائے بدن کو تار تار کیا
کیوں خوابوں کا تاج محل مسمار کیا
کیوں حسن جوانی رسواہ ہوئی
کیوں زیست یوں تباہ ہوئی
کیوں اشکوں کی بہتی لڑی رہی
کیوں سر پہ غموں کی دھوپ کڑی رہی
کیوں وصل ساحل دور ہوا
کیوں دل حسن ہاتھوں مجبور ہوا
کیوں باب عشق کا بند ہوا
کیوں وہ رخ حسیں پابند ہوا
کیوں خوشی پر ملول ہوئی
کیوں پیار کی راہ پر دھول ہوئی

کیوں دل غم سے معمور ہوا

کیوں ماہی پاس رہ کہ بھی دور ہوا

کیوں ٹوٹے آسمان محبت کے تارے

کیوں بچھڑے کچھ لوگ پیارے

کیوں جب غم جان کو آئے

کیوں انسان شاعر بن جائے

☆☆☆☆

دیوانگی

دسمبر کے دن

یخ بستہ ہوا

کھڑکی سے باہر دھندلکا

کمرے میں نیم تاریکی

آتش دان میں جلتی ہوئی لکڑی کی خوشبو

بک شیلف پر رکھی ہوئی کتابیں

خاموشی

تنہائی

اور برف گرتی رہی

میرے جذبات پہ چھائی سرد مہری
جذبات برف کی طرح سرد
ان بانجھ لمحوں میں
جب تیرا نام دشت خیال میں آیا
آنکھوں میں ساون اتر آیا
آنسوؤں نے چوما رخساروں کو
یادوں نے آستایا
سارے زخم پرانے ہرے ہو گئے
خیالات ماضی میں کھو گئے
دل کے مندر میں گھنٹی بجنے لگی
یادوں کی محفل سجنے لگی
میری آنکھیں چمکنے لگیں
تیری زلفیں مہکنے لگیں
تیری خوشبوئیں لہکنے لگیں
میری اداسیاں بہکنے لگیں
دیئے سے دیئے جلنے لگے
سالوں کے فاصلے مٹنے لگے
پھر ماضی حال ہو گیا
میں تمہاری زلفوں کی گھٹاؤں میں کھو گیا
خوشیوں کی بارات آنے لگی
وصل کی سوغات آنے لگی

پھر حقیقت کا ادراک ہونے لگا
پھر حال ماضی ہونے لگا
پھر خزائیں آنے لگیں
پھر وحشتیں چھانے لگیں
پھر دسمبر کا یخ بستہ موسم ہے
پھر کھڑکی سے باہر دھند لکا
پھر وہی کمرے میں نیم تاریکی
آتش دان میں جلتی ہوئی لکڑی کی خوشبو
بک شیلف پہ رکھی ہوئی کتابیں
خاموشی
تنہائی
اور برف گر رہی ہے
جذبات برف کی طرح سرد ہیں
وہی منظر ہے
وہی کیفیت ہے
وہی موسم ہے
کچھ نہیں بدلہ سب کچھ وہی ہے
بس اک پل کو میں خواب میں کھو گیا تھا

☆☆☆☆

تن سلامت لیکر آئے تن چاک لے کر عازم سفر ہوئے

قسمت کی ستم ظریفی تو دیکھیے اندھیرے اپنا ہی مقدر ہوئے

رہی بات تیری منصفی کی تو اس کے کیا کہنے

جو صاحب گفتار تھے وہ مقیم ہوئے صاحب کردار دل بدر ہوئے

محرومی سے پہلے کب احساس نعمت ہوتا ہے

آئی اس وقت قدر جب بے گھر ہوئے

شہر دل میں کیوں ابھی تک گھپ اندھیرے

بڑی دیر ہوئی وصل سحر ہوئے

ان سے نسبت کی کیا پوچھتے ہو ہے اس قدر لطیف

بن گئے الفاظ غزل جو انکی نذر ہوئے

کس قدر انقلاب انگیز جام ایمان دوستو!

پی کر گلہ بان سیدنا عمرؓ ہوئے

بڑی بے مثل تھی محمد ﷺ عربی کی ادائے معلمی

کہ شاگرد فاتح خیبر ہوئے

گو کہ بے زباں تھے کنکر بدست بوجہل

مگر بول پڑے جب سامنے صاحب نظر ہوئے

اس گلستان کی خوشنمائی کے کیا کہنے

جس کے پھول عثمانؓ و بوبکرؓ ہوئے

یہ جو فضا میں اک خوشبو سی اتری ہے

آج ہوا تمہارے رخسار کو چوم کر گزری ہے

تا حد نظر پھیلی ہے جو چاندنی سی

تمہارے مرمریں بدن کی روشنی ہے

یوں ٹوٹ کہ برسی تمہاری یادوں کی بارش

گلشن دل میں فصل محبت ہری ہے

تیری آنکھوں کی نمی بتاتی ہے

میری غزل تیری نظر سے گزری ہے

تیرے دل ربا مکھڑے کی کیا کہیے

پیشانی ضوفشاں آنکھ مدھ بھری ہے

شاید کہ چارہ گری کا کوئی سامان نکلے

جبین سخن بارگاہ یار پہ دھری ہے

بچوں کے لیے

خوب کھیلو کودو جی بھر کہ

کبھی یہ حسیں زمانہ بہت یاد آئے گا

مت شکایت کرو نہ منہ بسورو

کبھی ماما کا ڈانٹ پلانا بہت یاد آئیگا

ان حسیں لمحوں کو اپنی مٹھی میں بند کر لو

کبھی یہ وقت سہانا بہت یاد آئیگا

زندگی میں جب ناطے بھی ٹوٹ گیئے

تب ماما کا پاس سلانا بہت یاد آئیگا

بہن بھائیوں کی شرارت پہ خفا مت ہونا

کبھی انکا ستانا بھی بہت یاد آئیگا

آجکل کون کس کی پرواہ کرتا ہے

ماما کا انگلی پکڑ کہ روڈ پار کرانا بہت یاد آئیگا

وقت کے ساتھ شاعری میں بھی جدت آگئی ہے

پر میرا انداز جداگانہ بہت یاد آئیگا

کسی بک کارنر پر شاعری کی کتابیں دیکھو گے

یہ شاعر دیوانہ بہت یاد آئیگا

دسمبر

پھر دسمبر کی دھندلی راتیں ہیں

پھر یادوں کی سوغاتیں ہیں

وہ مہکے مہکے دن

وہ بہکی بہکی شامیں

وہ شہر جاں میں چراغاں

کوچہ کوچہ خوشبو میں بسا ہوا

اب تو صرف یادیں ہی سرمایہ ہے

انھی کو حرز جاں بنایا ہے

خزاں میں زرد پتوں کو درختوں سے گرتے ہوئے

دیکھ کر یہ سوچتا ہوں کہ شجر زندگی بھی جب پتے گرا دیتا ہے

تو قیامتیں ڈھا دیتا ہے کہ

جب یہ پتے گرتے ہیں

کچھ لوگ کھو جاتے ہیں

کچھ بچھڑتے ہیں

نہ جانے کہاں چلے جاتے ہیں

لیکن انکے ساتھ گزرے پل بہت یاد آتے ہیں

ان یادوں کے سیلاب میں اک چہرہ بھی ہے

گو وہ ہرجائی ہے

پھر بھی میرا ہے

وہ مجھکو بہت چاہتا تھا

لیکن جدائی بھی بہت چاہتا تھا
نہ خوش رہ سکو گے بعد میرے
میں اکثر اسکو سمجھاتا تھا
اب صرف یادیں ہی یادیں ہیں
ہاں صرف یادیں ہی ہیں
مالک! یہ کیسا بٹوارہ ہے
خوشی اسکی ملال ہمارا ہے
مالک! سنا ہے تو اپنے خاص بندوں کو آزماتا ہے
کیا تو مجھے اس قابل پاتا ہے؟
مالک! کیا تجھے پسند ہے میری آنکھیں پرنم دیکھے
کیا تجھے پسند ہے مجھ پر سارے غم دیکھے
مالک! میں پتہ ہو گیا ہوں
تیز ہوا سے لرزہ ہوا
میں پھول ہوں
قدموں تلے کچلا ہوا
اب مجھ میں خوشبو تازگی رعنائی باقی نہیں ہے
مزید کرب سہنے کے لیے توانائی باقی نہیں ہے
میرے مالک! سر پہ حوصلوں کا سائباں باقی نہیں ہے
جسم ہی جسم ہوں جاں باقی نہیں ہے
عین راہ میں زندگی کی شام ہوگئی تو کیا ہوا
خوش ہوں کہ اب زندگی میں کوئی امتحاں باقی نہیں ہے

جنوری 2011 کی اک شام

جھڑ سا بنا ہوا
یعنی بادلوں کا چھاتا تنا ہوا
سرد سرد ہوا
اداسی میں لپٹی فضا
کبھی عجیب سی خاموشی
کبھی تیز ہوا کی پتوں سے سرگوشی
ہوا کی شاخوں سے مستی
ٹیرس پہ افسردہ میری ہستی
بہت کچھ سوچتا ہوں
کتاب زیست کے اوراق الٹا تا ہوں
بہت سے لوگوں کو سامنے پاتا ہوں
جو چھوڑ گئے ساتھ میرا
ہوا زندگی میں گھپ اندھیرا
زندگی کی پہیلی کبھی سمجھ نہ آئی
زندگی میرے لیے کچھ نہ لائی
ہاں کچھ عزیز یار کھو گئے آنکھوں سے اوجھل ہو گئے
افق سے اس پار ہو گئے قبروں میں جا کہ سو گئے
سوائے ہجر کے اک مسلسل سفر کے
ہر چیز گنوائی
غم ملا خوشی نہ پائی
سو سو جتن کرتا ہوں
تب زندگی کا خلا بھرتا ہوں
پھر بھی کمی سی رہتی ہے

آنکھوں میں نمی سی رہتی ہے
اب پانچ بجنے کو آئے ہیں
شام کے آثار چھائے ہیں
شام کے سائے گہرے ہونے لگے ہیں
میرے زخم ہرے ہونے لگے ہیں
شام کے دھندلکے نے ہر چیز کو لپیٹ میں لیا ہے
شام نے دن کو اپنی آغوش میں سمیٹ لیا ہے
بڑھ چلا ہے رات کا اندھیرا
مکانوں میں روشنی
سٹریٹ لائٹس اور قمقمے روشن
میرے دل میں بدستور اندھیرا
حیات میں تھکاوٹ سی ہوگئی ہے
غموں کو مجھ سے لگاوٹ سی ہوگئی ہے
ہر وقت گھیرے رہتے ہیں
بہت باوفا ہیں کہیں اور نہیں جاتے
صرف میرے رہتے ہیں
کمرے کی بتی جو آن کی ہے
کوئی نہیں میرا یہ سوچ کہ جان گئی ہے
تنہائی کے خوف نے جسم کو لرزا دیا ہے
روح میں اتھل پتھل ہے
ہاتھوں کو کپکپا دیا ہے
آنکھیں ساون بھادوں کی برس رہی ہیں
کسی غمگسار کو ترس رہی ہیں
پھر رات آنکھوں میں کٹ رہی ہے
زندگی غموں میں بٹ رہی ہے

تصویر

کینوس پہ تمہاری تصویر بناتا ہوں
کبھی تمہاری ستواں ناک اٹھاتا ہوں
کبھی نیم وا لبوں کو بڑھاتا ہوں
کبھی زلفوں کی چمک کم لگتی ہے
کبھی چہرے کی دمک کم لگتی ہے
کبھی یوں لگتا ہے یہ تصویر ہے تو نہیں
یہ یوں ہے یوں نہیں
کبھی یوں لگتا ہے
کہ میرے ہنر میں اب فسوں نہیں
میرے جذبات میں اب جنوں نہیں
تیرے نقوش میں عجیب سا تیکھا پن ہے
یا میرے ہنر کا بانجھ پن ہے کہ
رنگوں میں تمکو سنبھالا نہیں جاتا
کینوس پہ تمکو ڈھالا نہیں جاتا
کیا خوب حسن تم نے پایا ہے
کیا رب نے فرصتوں میں بنایا ہے
آنکھوں میں حیا کی چمک ہے
وجود میں تقدیس کی مہک ہے
مرمریں پیکر بھی ہو گل پیرہن بھی ہو
صورت مہتاب بھی ہو خورشید بدن بھی ہو

مگر رنگوں میں تمکو سنبھالا نہیں جا تا

کینوس پہ تم کو ڈھالا نہیں جا تا

کیسے سمجھائیں تمہیں

کیسے بتائیں تمہیں

تمہاری نیم باز آنکھوں

تمہارے منور چہرے

تمہاری صراحی دار گردن

تمہارے گداز بدن

تمہارے ضوفشاں حسن

کو کینوس پہ ڈھالنا کتنا مشکل ہے

کتنا ناممکن ہے

ہاں میں معذرت خواہ ہوں

کہ میرے لیے یہ سب ناممکن ہے

کیا میرا علم ناقص ہے

کیا میرے ہنر میں بانجھ پن ہے

میں نہیں جانتا

میں تو اتنا جانتا ہوں

تم چاہت ہو

تم راحت ہو کہ تم سے

زندگی کے مہیب اندھیروں میں

رنگ و نور کی برسات ہوتی ہے

جینے کی امنگ پیدا ہوتی ہے

حیات قیمتی اور انمول لگتی ہے

بخدا! یہ سچائی ہے
یہ شاعری نہیں
جب بھی دل ڈوبنے لگتا ہے
تمہارے خیال سے ڈھارس بندھتی ہے
تمہاری ذات کے لنگر کے سہارے حیات کی کشتی
کنارے لگتی ہے
میں جانتا ہوں
کہ زندگی میں تنہائی ہے
لمبی جدائی ہے
زندگی
بے کاری لگتی ہے
بے زاری لگتی ہے
مگر تمہاری ذات کا کمال ہے
کہ مجھے ٹوٹنے نہیں دیتی
تمہارے آنچل کی خوشبو مجھے بکھرنے نہیں دیتی
اب تم بتاؤ تمہیں کیوں کھودوں
سوچتا ہوں تمہیں کینوس پہ اتارلوں
مگر کیا کروں
رنگوں میں تمکو سنبھالا نہیں جاتا
کینوس پہ تمکو ڈھالا نہیں جاتا

☆☆☆☆

نائٹ کلب

میوزک کی تیز دھن

جوانی کا بانکپن

لوچ دار سنہرے بدن

شعلہ فگن

عریاں یہاں حسن

گرم سانس

قرب کی پیاس

مچلتے بدن رقصاں

کسی حسیں کے لیے سرگرداں

بظاہر بڑی حسیں زندگی یہاں

جس پر داغ بدنامی وہ جبیں زندگی یہاں

بہکی بہکی جوانیاں

جوان بوسے کی منتظر پیشانیاں

قیامت کی نشانیاں

تنہائی کے کرب کی کہانیاں

محفل رقص و سرود میں آتی ہیں

غم زندگی کو بہلاتی ہیں

اک دوجے میں کھو جاتی ہیں

جب تنہائی کی آگ جلاتی ہے

جب بے وفا کی یاد آتی ہے

جب دل کی چوٹ رلاتی ہے

تب بھری جوانی یہاں آتی ہے

رسوائی کا داغ لگاتی ہے

جب قرب کی پیاس لگتی ہے

تب یہ رنگیں محفل سجتی ہے

یہاں بھرپور جوانی لٹتی ہے

یہاں پل پل میں مستی ہے

بے نام یہاں وجود بے نشاں یہاں ہستی ہے

یہاں حسن جوانی لطف سرور ہے

یہاں توبہ شکن انگڑائیاں جسموں کی نمائش بھرپور ہے

نازک کمروں میں حمائل ہاتھ ہیں

دو پل کہ سہی مگر حسیں ساتھ ہیں

شعلے شبنم شرارے ہیں یہاں

خوشبو لمس مہکارے ہیں یہاں

یہ سنہری بدن نہیں انگارے ہیں یہاں

رانیاں اور راج دلارے ہیں یہاں

جام سے جام ٹکراتے ہیں یہاں

دل کے تار سے تار ملاتے ہیں یہاں

ہوس بدن کے دلدل میں اتر جاتے ہیں یہاں
گھنیری زلفوں کے جال یہاں
گداز آغوش کے کمال یہاں
عجب رنگ جمال یہاں
پیاسے ہونٹوں کا اتصال یہاں
بظاہر ہر شے بے مثال یہاں
مگر اک بے نام سا ملال یہاں
شاید
کہ
عفت کے آبگینے
(یعنی وہ نیم عریاں سینے)
ٹوٹ کہ بکھرتے ہیں یہاں
کہ
''بڑھتے ہیں ہاتھ سینوں کی جانب
لپکتے ہیں قدم زینوں کی جانب''

مجھے اندیشہ خزاں ہے نہ خوف زوال ہے

قدم قدم پہ ہیں جو برکتیں تیرے وجود کا کمال ہے

جو بولو تو ہنس کر جو ملو تو تپاک سے

مجھ سے بے نیاز نہ رہ میری انا کا سوال ہے

جسے چاہا تو نے پا لیا من اپنے میں بسا لیا

اب آنکھ ہے پرنم کیوں رخ پہ رنگ ملال ہے

ہجر کی کیا پوچھتے ہو ہر رات ہے خونچکاں

ہر دن ہے مثل کربلہ ہر سانس وبال ہے

جو تیرے حصار میں آ گیا وہ خوشبوؤں میں نہا گیا

تیری سانسیں ہیں مہکی مہکی یا یہ تیرا عکس جمال ہے

تجھ بن مسکرا سکوں گا کچھ اور دن بیتا سکوں گا

یہ ہے تیری کج نظری یہ تیرا خام خیال ہے

کیوں محبت کا انجام ہے ایک ہی کہ

دل ہے بجھا بجھا کاندھوں پہ غم کی شال ہے

کلیوں سے لپٹ کر رو لیا آنسوؤں سے چہرہ دھو لیا

چمن کا ہر پھول اپنا دردمند غمگسار ہر ڈال ہے

یہ آہیں درد سے اٹھتی یا نہیں یہ سخن بوجہ ہجر عطیہ

وگرنہ میں کوئی شعر کہوں میری کیا مجال ہے

خوشی سے میں جھوم لوں جو تیرے پاؤں کو چوم لوں
کبھی تو موقع دے اے چارہ گر! وگرنہ جینا محال ہے
جو تیرا نام لبوں پہ آ گیا میرے من کو مہکا گیا
چمن دل جگمگا گیا بوٹا بوٹا خوشی سے نہال ہے

۲۷ اپریل ۲۰۱۶

دعا

ربناحفظنا من مصائب الدنیا وفی‌لا آخرہ

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

کوئی سرمدی گیت گا رہے ہیں پرندے
بزمِ ہستی میں حشر اٹھا رہے ہیں پرندے
پھوٹتے ہیں جس سے عرفاں کے چشمے
وہ سحر انگیز واعظ سنا رہے ہیں پرندے
کیسے شب کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں سویرے
رموزِ فطرت سمجھا رہے ہیں پرندے

شاید انھیں بھی البیلی خوشبوؤں کی تمنا ہے
دیکھو! کوئے عطیہ جا رہے ہیں پرندے
معصوم روحوں پر بھی ہے حکمرانی تیری
تیری راہ میں آنکھیں بچھا رہے ہیں پرندے
تیرے حسن کی بجلیوں سے آشیانے جل گئے
سن تو سہی کیا فرما رہے ہیں پرندے